غموں کا ایک دن اور چار شادی

(فرمودہ ۳۰ مارچ ۱۹۴۵ء)

۳۰ مارچ ۱۹۴۵ء خطبہ جمعہ سے قبل مسجد نور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے دو صاجزادگان اور دو صاجزادیوں کے نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ صاجزادہ مرزا خلیل احمد کا نکاح صاجزادی امتہ المجید صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر پر اور صاجزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب کا نکاح سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ بنت مکرم سید عبد السلام صاحب سیالکوٹ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر نیز صاجزادی امتہ الحکیم صاحبہ کا نکاح سید داؤد مظفر صاحب ابن سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم السلام ہائی سکول سے ایک ہزار روپیہ مہر پر اور صاجزادی سیدہ امتہ الباسط صاحبہ کا نکاح سید داؤد احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

میں جمعہ کے خطبہ سے پہلے بعض نکاحوں کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا میں سب سے قیمتی وجود رسول کریم ﷺ ہیں۔ زمانہ کے گزرنے اور حالات کے بدل جانے کی وجہ سے چیزوں کی وہ اہمیت باقی نہیں رہتی جو اہمیت کہ ان حالات کی موجودگی اور ان کے علم کے ساتھ ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ جب مبعوث ہوئے اس وقت دنیا کی جو حالت تھی اس کا اندازہ آج لوگ نہیں کرسکتے۔ اگر رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ مبعوث نہ فرماتا تو آج دنیا میں دین کے معنے یہ سمجھے جاتے کہ بعض انسانوں کی پوجا کرلی، قبروں کی پوجا کرلی اور بتوں کی پوجا کرلی۔ قانون،

اخلاق کو دنیا میں کوئی قیمت حاصل نہ ہوتی، مذہب کوئی اجتماعی جدوجہد کی چیز نہ ہوتا، خدا کے ساتھ بنی نوع انسان کا تعلق پیدا ہونا بالکل ناممکن ہوتا بلکہ ایسے تعلق کو بے دینی اور لامذہبی قرار دیا جاتا، بنی نوع انسان کے مختلف حصوں کے حقوق کی کوئی حفاظت نہ ہوتی، عورتیں بدستور غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہوتیں، بت بدستور پوجے جا رہے ہوتے، خدا تعالیٰ بدستور متروک ہوتا، غلامی بدستور دنیا میں قائم ہوتی، لین دین کے معاملات میں بدستور ظلم اور تعدی کی حکمرانی ہوتی غرض دنیا آج وہ کچھ نہ ہوتی جو آج ہے۔

بعض لوگ نادانی کی وجہ سے موجودہ زمانہ کی ترقی کو دیکھ کر یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ چیز بہرحال ہو جاتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ جب ایک چیز موجود ہو اس کی نقل کر کے ترقی کرنا اور چیز ہے اور اپنے طور پر ترقی حاصل کرنا بالکل اور چیز۔ آج سارے مذاہب میں توحید پائی جاتی ہے مگر یہ توحید ممنون ہے اسلامی توحید کی اگر اسلام توحید کا خیال دنیا میں پیدا نہ کرتا تو پھر دنیا میں توحید قائم ہی نہ ہو سکتی۔ اگر رسول کریم ﷺ کے بغیر یہ چیز قائم ہو سکتی تھی تو پھر وجہ کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے قائم نہ ہوئی۔ اگر اسلام عورتوں کے حقوق اس طرح قائم نہ کرتا تو جو حقوق آج ان کو دیئے جا رہے ہیں یہ نہ دیئے جاتے کیونکہ اگر انسان نے یہ حقوق اپنے ذہن میں تجویز کر کے دینے ہوتے تو پہلے کیوں نہ دیئے۔ اگر رسول کریم ﷺ کے ذریعہ اخلاق قائم نہ ہوتے تو آج اخلاق پر زور نہ دیا جاتا کیونکہ اگر آپ کی رہبری کے بغیر بھی دنیا اس طرف جا سکتی تھی تو دنیا میں آپ سے پہلے کیوں اخلاق قائم کرنے کی طرف توجہ پیدا نہ ہوئی۔ پس موجودہ اخلاق اور موجودہ توحید خواہ وہ عیسائی قوم میں ہو یا یہودی قوم میں یا دنیا کی کسی اور قوم میں ہو وہ ممنون ہے رسول کریم ﷺ کے احسان اور آپ کی رہنمائی کی۔ مگر اب چونکہ وہ چیز موجود ہے اسلئے ہر شخص یہ خیال کرتا ہے کہ شاید اسکے بغیر بھی ہم کو ترقی حاصل ہو جاتی اور اس چیز کی عظمت اس زمانہ کے حالات دیکھے بغیر قائم نہیں ہو سکتی مگر رسول کریم ﷺ کا زمانہ جن لوگوں نے دیکھا ان کیلئے آپ کا وجود ایسا قیمتی تھا کہ وہ آپ کے بغیر دنیا میں زندہ رہنا ہیچ سمجھتے تھے۔ دنیا میں جو اقوال اور جو باتیں لوگوں نے کہی ہیں ان میں سے راست بازی کے اعلیٰ معیار پر پہنچی ہوئی وہ بات ہے جو حسانؓ نے رسول کریم ﷺ کے متعلق کہی

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ [۲]

رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت حسان نے کہا کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ تو میری آنکھ کی پتلی تھا فَعَمِیَ عَلَیَّ النَّاظِرُ پس تیری موت کے ساتھ آج میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ تیرے مرنے کے بعد جو چاہے مرے فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ میں تو تیری موت سے ڈرتا تھا کسی اور کی موت کا مجھ پر اثر نہیں ہو سکتا۔ اس شعر کے معنوں کی عظمت کا اس بات سے پتہ لگتا ہے جس کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا ایک نابینا شخص تھا اگر ایک بینا شخص یہی شعر کہتا تو وہ صرف ایک شاعرانہ مذاق اور ایک ادبی لطیفہ کہلا سکتا تھا مگر اس شعر کے ایک نابینا شخص کے مونہہ سے نکلنے کی وجہ سے اس کی حقیقت بالکل بدل جاتی ہے۔ یعنی حضرت حسانؓ اس شعر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ زندہ تھے تو باوجود اس کے کہ میری ظاہری آنکھیں نہیں تھیں پھر بھی میں بینا ہی تھا۔ میری جسمانی آنکھیں نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے اندھا سمجھتے تھے لیکن میں اپنے آپ کو اندھا نہیں سمجھتا تھا کیونکہ رسول ﷺ کے ذریعہ مجھے دنیا نظر آرہی تھی اور اب بھی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ویسا ہی ہوں حالانکہ میں ویسا نہیں۔ پہلے میں بینا تھا لیکن اب میں اندھا ہو گیا ہوں۔ تو رسول کریم ﷺ دنیا میں سب سے قیمتی وجود تھے مگر اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت آپ بھی آخر ایک دن دنیا سے جدا ہو گئے۔ لیکن بہت لوگ ہیں مسلمان کہلانے والے بھی اور بہت لوگ ہیں رسول کریم ﷺ پر اپنے ایمان کا اظہار کرنے والے بھی جن کی عمریں گزر جاتی ہیں بعض دفعہ سو(۱۰۰)، سو(۱۰۰) سال تک ان کی عمریں ہوتی ہیں مگر ان کے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے ساتھ بہت بڑا حادثہ ان پر گزرا ہے اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کا زمانہ انہوں نے نہیں دیکھا، اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کا وجود ان کو اس طرح نظر نہیں آتا جس طرح صحابہ کو نظر آتا تھا، نقصان کے لحاظ سے تو جیسے صحابہؓ کو نقصان پہنچا ویسا ہی بعد میں آنے والوں کو بھی نقصان پہنچا، مگر صحابہ نے اس کو محسوس کیا کیونکہ رسول کریم ﷺ کے آنے سے جو کام ہوئے ان کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے نہ آنے کی صورت میں جو خطرہ تھا اس کو بھی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مگر بعد کے لوگوں نے چونکہ اس چیز کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اس لئے باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ پر وہ ایمان لاتے ہیں اور ان کے اندر اخلاص پایا جاتا ہے پھر بھی رسول کریم ﷺ کی وفات ان کو اپنی زندگی کا سانحہ معلوم نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے

بھی ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کو نہیں دیکھا مگر آپ کی وفات کو وہ اپنی زندگی ہی کا سانحہ سمجھتے ہیں۔ ان کو آپ ؐ کی وفات ایسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ صحابہؓ کو محسوس ہوئی جن کے سامنے آپ ؐ تھے یہی چیز درحقیقت کامل ایمان کی علامت ہے۔ میں فخر نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی محبت کے لحاظ سے ہمیشہ ہی آپ کی وفات کو اسی طرح محسوس کرتا ہوں کہ گویا میری زندگی میں ہی آپ زندہ تھے اور میری زندگی میں ہی آپ فوت ہوئے۔ بہرحال رسول کریم ﷺ کی وفات سے جیسا کہ حسانؓ نے کہا مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ ہر انسان پر یہ بات کھل رہی ہے کہ دنیا میں کوئی وجود بھی ہمیشہ نہیں رہا اور رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد کسی مسلمان کا یہ خیال کر لینا کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں میرے نزدیک ایسا خیال ہے جو عقل کے کسی گوشے میں نہیں آسکتا اور ایک مسلمان ایک لحظہ کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ رسول کریم ﷺ تو فوت ہو جائیں اور حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر بیٹھے ہوں میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بات ہوتی تو صحابہؓ رسول کریم ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی سارے کے سارے مرجاتے چنانچہ بعض صحابہ نے اس بات کی شہادت بھی دی۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے موقع پر جب حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کہ اگر تم محمد ﷺ کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ آپ زندہ ہیں تو یہ غلط ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ [۳] یعنی رسول کریم ﷺ بھی خدا کے رسولوں میں سے ایک رسول تھے جس طرح آپ ؐ سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں اسی طرح آپ ؐ بھی فوت ہو گئے ہیں تب ان کے دلوں کو تشفی ہوئی ورنہ وہ اپنے آپ کو پاگلوں کی طرح محسوس کر رہے تھے۔ اگر کوئی استثناء ہوتا تو صحابہ کے نزدیک یقیناً وہ استثناء رسول کریم ﷺ کے لئے ہوتا۔ تو دنیا میں انسان آتے ہیں اور جاتے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں، دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ قائم رہا ہو اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو۔ اس صورت میں انسان کی ترقی کا مدار اسی بات پر ہے کہ جانے والوں کے قائم مقام پیدا ہوں۔ اگر مرنے والوں کے قائم مقام پیدا ہوتے ہیں تو مرنے والوں کا صدمہ آپ ہی آپ مٹ جاتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ اگر ہمارے پیدا کرنے والے کی مرضی ہی یہی ہے تو پھر جزع فزع کرنے یا حد سے زیادہ افسوس کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ عقل کے خلاف اور جنون کی علامت ہوگی۔

مجھے یاد ہے بچپن میں بچوں کو کھیلوں کا شوق ہوتا ہے یہاں ایک دوست ہیں میں ان کا نام نہیں لیتا وہ آپ سمجھ جائیں گے۔ بچپن میں جب ہم ان سے کہتے کہ فلاں میچ ہے چلو دیکھ آئیں تو وہ جواب دیتے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جنت میں مؤمن جو کچھ خواہش کرے گا اس کی وہ خواہش پوری کر دی جائے گی تو پھر میچ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جنت میں کہیں گے ہم نے فلاں میچ دیکھنا ہے ہم کو دکھا دیا جائے گا۔ بظاہر یہ ہنسی کی بات ہے ہم بھی اس بات پر ہنسا کرتے تھے لیکن واقعہ یہی ہے کہ انسان کی تمام ترقیات اور تمام مراتب کی بلندی اخروی زندگی سے وابستہ ہیں اور جس کو اخروی زندگی حاصل ہو جائے وہ ہر قسم کی ہلاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ اخروی زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اخروی زندگی وہ بھی ہے جو مرنے کے بعد ہے اور اخروی زندگی یہ بھی ہے کہ جب انسان مرجائے تو اس کا قائم مقام کھڑا ہو جائے تو اس کے معنے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا کام جاری ہے اور یہی زندگی ہے۔

ایک دفعہ ایک عباسی بادشاہ ایک بڑے عالم سے ملنے گیا جا کے دیکھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو درس دے رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اپنا کوئی شاگرد مجھے بھی دکھاؤ میں اس کا امتحان لوں انہوں نے ایک شاگرد پیش کیا۔ بادشاہ نے اس سے بعض سوال پوچھے اس نے نہایت اعلیٰ صورت میں ان سوالوں کا جواب دیا یہ سن کر بادشاہ نے کہا مَا مَاتَ مَنْ خَلَفَ مِثْلَکَ وہ شخص جس نے تیرے جیسا قائمقام چھوڑا کبھی نہیں مرسکتا کیونکہ اس کی تعلیم کو قائم رکھنے والا تو موجود ہوگا۔ انسان کا گوشت پوست کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ گوشت پوست جیسے ایک چور کا ہے ویسے ہی ایک نیک آدمی کا ہے، ہڈیاں جیسے ایک چور کی ہیں ویسے ہی نیک آدمی کی ہیں، خون جیسے ایک چور کا ہے ویسے ہی نیک آدمی کا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس کے اخلاق برے ہیں اور اس کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہیں اس کے اندر روحانیت نہیں اور اس کے اندر اعلیٰ درجہ کی روحانیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر اس کی وہ روحانیت اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق دوسرے میں باقی رہ جائیں گے تو یہ مرا کس طرح؟ قبر میں اس کا گوشت پوست گیا جو کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر روحانیت دنیا میں قائم رہی۔ پس ساری کامیابی اس میں ہے کہ انسان کے پیچھے اچھے قائم مقام رہ جائیں یہی چیز ہے جس کے لئے قومیں کوشش کیا کرتی ہیں۔ یہی چیز ہے کہ اگر یہ قوم کو حاصل ہو جائے تو یہ بہت بڑا انعام ہے۔ آج تک کبھی دنیا نے یہ محسوس نہیں کیا کہ ساری کامیابی فتوحات میں نہیں بلکہ نسل میں ہے اگر آئندہ نسل اعلیٰ اخلاق کی ہو تو وہ قوم مرتی کبھی نہیں بلکہ زندہ رہتی ہے

اور اگر آئندہ نسل اچھی نہ ہو تو اس کی تمام فتوحات ہیچ اور لغو ہیں۔ میں ہمیشہ حیران ہوا کرتا ہوں کہ وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے انگریز جیت جاتے ہیں اور دوسری قومیں ہار جاتی ہیں۔ انگریزوں میں اور دوسری قوموں میں یہی فرق ہے کہ انگریز قوم موجودہ کی نسبت آئندہ نسل پر زور دیتی ہے اس لئے انگریزی قوم یہ اعتبار رکھتی ہے کہ اگر ہمارے بڑے لوگ مرگئے تو اس کی جگہ دوسرے بڑے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو ان کے قائم مقام ہوں گے اس لئے وہ ڈرتی نہیں کہ اگر آج ہمارے بڑے لوگ مرگئے تو کل بڑے لوگ پیدا نہیں ہوں گے بلکہ وہ جانتی ہے کہ اگر آج ہمارے بڑے لوگ مرجائیں گے تو کل ان کے قائمقام دوسرے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ مگر دوسری قوموں کو یہ امید نہیں ہوتی مثلاً فرانس میں نپولین اٹھا اور اس نے یہ کوشش کی کہ آٹھ دس سال میں تمام یورپین ممالک کو فتح کرلے یہ خیال اس کے دل میں تبھی پیدا ہوا کہ وہ جانتا تھا کہ اگر نپولین مرگیا تو فرانس میں دوسرا نپولین پیدا نہیں ہوگا۔ اگر ہٹلر نے جلد بازی کی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ ہٹلر کے دل میں یہ خیال تھا کہ میرے بعد جرمنی میں دوسرا ہٹلر پیدا ہونے کی امید نہیں، اگر مسولینی کو ذلت اٹھانی پڑی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ مسولینی کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر مسولینی مرگیا تو اٹلی کو ابھارنے والا دوسرا مسولینی پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن انگلستان کا ہر فرد یہی سمجھتا ہے کہ اگر میرے زمانہ میں فتوحات حاصل نہ ہوئیں تو آئندہ آنے والے لوگ ان کو حاصل کریں گے۔ وہ خیال نہیں کرتے کہ اگر آج لائڈ جارج مر گیا یا چرچل مرگیا تو کل دوسرا لائڈ جارج یا دوسرا چرچل پیدا نہیں ہوگا بلکہ وہ جانتے ہیں کہ انگلستان میں ہر روز نئے لائیڈ جارج اور نئے چرچل پیدا ہوتے رہیں گے اس لئے ان کے لئے جلد بازی کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پس قوموں کی ترقی ان کی آئندہ نسلوں کی ترقی پر منحصر ہوتی ہے اس لئے ہمارا زور اس بات پر ہونا چاہئے کہ آئندہ نسلوں میں ہم اپنے اچھے قائم مقام چھوڑیں جو اسلام کی ترقی اور اسلام کے مستقبل کے ضامن ہوں۔ سب سے زیادہ یہ چیز نکاح سے ہی حاصل ہوتی ہے اور نکاحوں سے ہی نئی نسل آتی ہے اس لئے نکاح انسانی زندگی کا سب سے اہم کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے نکاح کے بارے میں استخارہ کرنے، غور و فکر سے کام لینے اور جذبات کی پیروی کرنے سے روکنے کی تعلیم دی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ نکاح ایسے رنگ میں ہونے چاہئیں کہ نیک اور قربانی کرنے والی اولاد پیدا ہو۔ پھر فرمایا۔ ساری خرابی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ اولاد کو مقدم رکھا جاتا ہے اور اس کی ناز

برداری کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناز برداری کی وجہ سے دین کی روح ان کے اندر سے مٹ جاتی ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص دیندار نہیں جو اپنی اولاد کی ناز برداری کرتا ہے اور اس کو دین کے تابع نہیں رکھتا دیندار وہ ہے جو اپنی اولاد کو دین کے تابع رکھتا ہے جو شخص اپنی اولاد کو دین کے تابع رکھے گا وہ کبھی اپنی نسل کو خراب نہیں ہونے دے گا کیونکہ ناز برداری سے ہی نسلیں خراب ہوتی ہیں۔ پس اسلامی زندگی میں اہم ترین چیز نکاح ہے جیسے عمارت کے لئے بنیاد کھودی جاتی ہے اور اس کو کوٹا جاتا ہے لیکن اگر بنیاد پختہ نہیں ہوگی تو عمارت گر جائے گی۔ اسی طرح اگر نکاح میں غور و فکر اور دعا سے کام نہ لیا جائے تو نکاح بھی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا گویا وہ چیز جس سے خوشی ہو رہی ہوتی ہے درحقیقت وہی خطرے کا وقت ہوتا ہے۔ بسا اوقات نکاح پر لوگ خوش ہو رہے ہوتے ہیں گھر میں خوشی کی لہر دوڑ رہی ہوتی ہے کہ ہم آبادی کا سامان کر رہے ہیں مگر آسمان کے فرشتے رو رہے ہوتے ہیں کہ آبادی کی نہیں بلکہ یہ بربادی کی بنیاد قائم کر رہے ہیں۔ پس مؤمن کو ہمیشہ ڈرتے ہوئے قدم اٹھانا چاہئے۔

میں آج جن چند نکاحوں کا اعلان کرنے لگا ہوں ان میں سے چار میرے اپنے بچوں کے نکاح ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے پورا کرنے کے لئے کہ ۔

غموں کا ایک دن اور چار شادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

یہ چار نکاح اکٹھے رکھے ہیں۔ یہ چار نکاح خلیل احمد، حفیظ احمد، امتہ الحکیم اور امتہ الباسط کے ہیں۔ ان میں سے تین کی والدہ فوت ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اس کے قبضہ میں ہے کہ اس نے جس طرح ہمیں غموں کا ایک دن اور چار شادیاں دکھائی ہیں وہ ان کی روحوں کو بھی خوش اور مسرور کر دے۔ میں نے اپنے بچوں کے نکاحوں میں کبھی بھی اس بات کو مد نظر نہیں رکھا کہ ان کے نکاح آسودہ حال اور مالدار لوگوں میں کئے جائیں اور میں نے ہمیشہ جماعت کے لوگوں کو بھی یہی نصیحت کی ہے کہ جماعت کے لوگ اس بات کی طرف چلے جاتے ہیں کہ انہیں ایسے رشتے ملیں جو زیادہ کھاتے پیتے اور آسودہ حال ہوں۔ ہمیں ایسے رشتے ملے ہیں مگر ہم نے ان کو رد کر دیا تاکہ ہمارا جو معیار ہے وہ قائم رہے۔ میں نے ایک ہی رشتہ زیادہ

تعلیم یافتہ لڑکے سے جو ہمارے گھر کا لڑکا ہے کیا ہے مگر اس میں میرے لئے یہ بات خوشی کا موجب نہیں مظفر احمد اعلیٰ سرکاری ملازم ہے بلکہ میرے دل میں ہمیشہ خلش سی رہتی ہے۔ میں نے اپنے بچوں کی عمروں کی ترتیب کے لحاظ سے نام لئے ہیں۔ اسی ترتیب کے لحاظ سے میں نکاحوں کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

(الفضل ۶۔ اپریل ۱۹۴۵ء صفحہ ۱ تا ۳)

[1] الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۴۵ء صفحہ ۱

[2] دیوان حسان بن ثابت صفحہ ۹۴ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء

[3] اٰل عمران : ۱۴۵